ہارون الرشید

بے نظیر بھٹو اور سلمان رشدی

کیا محترمہ بے نظیر بھٹو کا برا وقت آ پہنچا ہے؟ اگر سلمان رشدی والے بیان پر انھوں نے قوم سے معافی نہ مانگی تو بعید نہیں کہ الیکشن میں ان کے خلاف نعرے لگیں اور ووٹوں کے ڈبے خالی رہ جائیں۔ حد ہوگئی۔ برطانوی حکومت پسپا ہے اور لاہور میں امریکہ کے قونصل جنرل نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو اعزاز عطا کرنے پر نکتہ چینی کی۔ محترمہ اس کی مدد کو آئی ہیں۔

حسن ظن یہ ہے کہ رشدی ان کا ہیرو نہیں مگر مغرب کی خوشنودی کا حصول ایک کابوس کی طرح محترمہ کے ذہن پر سوار ہے۔ ان کی ذہنی حالت ایسی ہو چکی کہ وہ زمینی حقائق سے یکسر بے بہرہ ہیں۔ عوامی احساسات کی انھیں رتی برابر پروا نہیں۔ ایک بڑی سیاسی جماعت کی سربراہ کے طور پر انھیں اپنے مقام و منصب کا احساس بھی نہیں۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہ سیاسی مسئلہ نہیں۔ مسلمان کچھ بھی برداشت کر سکتے ہیں مگر اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین گوارا نہیں کر سکتے۔ ان کے دل زخمی ہیں اور محترمہ نے جو کچھ ارشاد کیا' وہ پاکستانی مسلمانوں کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے۔ اگر وہ یا ان کے اندھے پیروکار یہ سمجھیں کہ اس بات میں مبالغہ ہے یا یہ جذباتی نقطۂ نظر ہے تو جلد جان لیں گے' وہ بھگتیں گے اور ایسا بھگتیں گے کہ تمام عمر یاد رکھیں گے۔

سلمان رشدی جہنم میں جائے، مغرب اسے شیکسپیئر سے بڑا مصنف مان لے' یہ ہمارا مسئلہ نہیں۔ ''نائٹ ہڈ'' کیا وہ اسے نوبل پرائز دے دیں۔ یہ بالکل سامنے کی بات ہے کہ وہ ہر اس شخص کی حمایت اور سرپرستی کریں گے جو اسلام، عالم اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے۔ فرض کیجیے سلمان رشدی ایک عظیم مصنف ہے تو پھر بنگلہ دیش کی تسلیمہ نسرین کیا ہیں۔ بنگالی زبان میں لکھا گیا اس کا ناول ''لجا'' (شرم) ایک گندی زندگی کی گھٹیا داستان ہے۔ ایک بے حیا عورت کے شب و روز جو اپنی بے حیائی پر نازاں ہے۔ مغرب نے اس کی پذیرائی کی اور بے پناہ پذیرائی۔ کوئی بھی لکھنے والا ایسا ناول دو تین ہفتوں میں لکھ ڈالے مگر اتنی بے شرمی اور ایسی ڈھٹائی ہر ایک میں نہیں ہوتی۔ پاکستان کے جاگیردار گھرانے کے ایک صاحبزادے لندن میں مقیم ہیں۔ انھوں نے ایک کتاب لکھی ہے "Can Pakistan Survive" عنوان ہی طرز احساس آشکار ہے۔ ذرا سی معقولیت اور سنجیدگی بھی ہوتی تو موضوع ہوتا "Who Can Pakistan Survive" ایک اور پاکستانی محترمہ نے اپنی کتاب بھارت سے چھپوائی۔ جس میں اپنے شوہر، اپنی اولاد اور اپنے وطن کا مذاق اڑایا۔ واقعہ رقم کیا کہ جب وہ مسجد قرطبہ کی سیر کرتے تھک گئیں تو اس کی سیڑھیوں

پر بادہ نوشی کی۔

کیا یہ محض پراگندہ خیالی ہے۔ جی نہیں۔ یہ بہت شدید اور گہرا احساس کمتری ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اپنے وطن کی ہر چیز بری اور بھدی لگتی ہے۔ اپنی روایت، اپنا لباس، خورونوش، عبادات، شخصیات، حتیٰ کہ تہذیبی ادارے بھی۔ ان میں سے بعض کی عبارتیں پڑھتے ہوئے بین السطور میں ایک رکیک حسرت دکھائی دیتی ہے: ''کاش میری ولدیت میں کسی انگریز، امریکی یا فرانسیسی کا نام لکھا ہوتا!''

پاکستان کے ایک مقبول شاعر ہیں۔ ایک بڑے اور محترم شاعر کا چربہ۔ ایسی ایسی گھٹیا گفتگو کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ ایک بار نوجوانوں کے ایک گروپ سے انھوں نے کہا: ''حج اور روزے کے سلسلے میں اجتہاد ہونا چاہیے۔'' اس احمق کو اتنی سی بات معلوم نہیں کہ بنیادی عبادات میں اجتہاد کا کوئی تصور ہی نہیں۔ مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر اس پر متفق ہیں۔ مرحوم وزیر اعظم معراج خالد کے گھر میں ایک دن مجھ سے مخاطب ہوئے: ''رنجیت سنگھ پنجابیوں کے ہیرو ہیں'' عرض کیا: ''سکھوں کے'' فرمایا: ''میں کہتا ہوں تمام پنجابیوں کے'' گزارش کی: ''کسی کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ دلیل لائیے، شواہد پیش کیجیے۔'' وہ ساتویں آسمان پر تشریف فرما تھے۔ کہا: ''بس میں نے کہہ دیا نا۔'' اس پر طالب علم کو غصہ آیا اور اس نے عرض کیا: ''حضور یہ غزل کی شاعری نہیں جس میں ایک شعر، دوسرے شعر کو نہیں پہچانتا۔ یہ تاریخ ہے۔ اس میں عرق ریزی کرنا پڑتی ہے۔'' برہم ہوئے۔ اول فول بکتے رہے۔ بعد میں کسی بہانے مجھ پر مقدمہ بھی دائر کیا۔ میں نے: ''چشم ماروشن دلِ ماشاد، تشریف لائیے، عدالت میں ملاقات ہوگی۔'' بھاگ گئے، آج کل حریت پسندی کی اداکاری فرما رہے ہیں۔

یہ ذہنی مریض ہیں۔ فرار کی زندگی، معاشرے کے دھتکارے ہوئے لوگ، بچپن کی محرومیاں، ناقص تربیت، خراب ماحول۔ ایسے میں مغرب ان کا سہارا بنتا ہے اور یہ بہت دلچسپ ہے کہ کس طرح۔

رچرڈ شیر دل برطانیہ کا ہیرو ہے۔ صلاح الدین ایوبی نے اسے مار بھگایا تھا۔ اسپین کے عبدالرحمٰن الداخل اور دوسرے سلاطین اسپین کے راستے پیرس کے نواح تک جا پہنچے تھے۔ عثمانی ترک، خندق سلطان سلیم عملاً چیکوسلوا کیہ، ہنگری اور آسٹریا کا حکمران تھا۔ وہ صدیوں تک مغرب مفتوح ہو جانے کے خوف میں مبتلا رہا۔ اس خوف نے نفرت کی شکل اختیار کر لی۔ عالم اسلام روبہ زوال ہوا اور دنیا کی زمام یورپ کے ہاتھ میں آگئی، امریکہ جس کی توسیع ہے۔ قوموں کا اجتماعی مزاج صدیوں میں تشکیل پاتا ہے اور اس کے بعض اجزاء ہمیشہ باقی رہتے ہیں۔ صدر بش نے جب یہ کہا کہ وہ عراق میں صلیبی جنگ (کروسیڈ) لڑ رہے ہیں تو یہ اجتماعی لاشعور کا اظہار تھا۔

برصغیر کے بعض مصنف مغرب کے مزاج آشنا ہیں۔ یہ نام کے مسلمان عالم اسلام سے اس کی نفرت کا ادراک

رکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر وہ مشرق اور عالم اسلام سے بیزاری کا اظہار کریں تو ان کی پذیرائی ہوگی۔ کتاب زیادہ بکے گی، انعام ملے گا، چرچا ہوگا۔ مغربی اخبارات اور ٹی وی چینل جو غیر معمولی طور پر مؤثر ہیں انھیں ہیرو بنا کر پیش کریں گے۔ شہرت، آسودہ زندگی اور فکری آقاؤں کی سرپرستی۔ اور کیا چاہیے۔ سلمان رشدی کو آج ''سر'' کا خطاب ملا ہے۔ کل نوبل پرائز بھی ملے گا۔ دی ایس نیپال، اس سے بہتر مصنف نہیں' جسے مل چکا۔

کئی کو اس رائے سے اختلاف ہوسکتا ہے۔ فرض کر لیجیے' وہ بہت اچھا لکھتا ہے۔ مان لیجیے رشدی دوستوفسکی اور میکسم گورکی کے پائے کا مصنف ہے لیکن کیا تاریخ مسخ کرنے اور نفرت پھیلانے والے' اعزاز کے مستحق ہوتے ہیں۔ تہذیبوں میں تصادم کی راہ ہموار کرنے اور اقوام کے درمیان نفرت کا بیج بونے والے؟

یہ ذہنی مریض ہیں اور مغرب ایک ذہنی مرض، عالم اسلام سے نفرت میں مبتلا، لہٰذا وہ ان کی سرپرستی کرتا ہے اور کرتا رہے گا...... ہماری بلا سے مسخ شدہ اذہان کے یہ لوگ ہمارا مسئلہ نہیں۔ ہمارا مسئلہ خود اپنی حماقتیں ہیں، تضادات، سطحیت، علم سے محرومی، نفرت میں پاگل ہونے اور اس طرح کے مطالبے کرنے کی بجائے کہ سر شاہنواز بھٹو کا خطاب واپس کیا جائے، ہمیں بنیادی مسئلے پر غور کرنا چاہیے۔ عالم اسلام کے زوال کا سبب کیا ہے۔ نجات کا راستہ کیا ہے۔

بے نظیر بھٹو مغرب کے ذہنی غلاموں میں سے ایک ہیں۔ ایک مزارعے کی طاقت کے ساتھ وہ امریکہ کے قدموں میں پڑی، مقدمات کی واپسی اور اقتدار کی بھیک مانگ رہی ہیں۔ قوم نے بہت سی خطاؤں سے صرف نظر کیا ہے۔ بھارت کے ساتھ مشترکہ کرنسی، کشمیری اور افغان مسلمانوں کے قتل عام کی حمایت، مذہبی انتہا پسندی اور ملا کی مخالفت کے نام پر' دینی اقدار اور اصولوں کی تحقیر۔ لیکن اب انھوں نے ایک ایسی حرکت کی ہے، جس کی قیمت انھیں چکانا ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ سلمان رشدی کی بالواسطہ حمایت پر وہ قوم سے معافی مانگیں، ورنہ وہ بھگت لیں گی۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں انسانوں کی جان اور آبرو ہے' وہ لازماً بھگتیں گی۔ رشدی جہنم میں جائے کہ وہ ہمارا حصہ ہی نہیں لیکن بے نظیر بھٹو کو معاف نہ کیا جائے گا۔

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
26 جولائی 2007ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961